بسم اللہ الرحمن الرحیم

زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے

یادگار محمود

سرزمین گنگوہ کی مایۂ ناز شخصیت تفقہ اور علم فقہ کے رمز شناس

برّاعظم ایشیا کی عظیم دینی درسگاہ دارالعلوم دیوبند کے

شعبہ افتاء کی مسند کے صدر نشیں

قطب وقت حضرت مولانا محمد زکریا قدس سرہ

شیخ الحدیث مظاہر علوم سہارن پور کے جانشیں

وحید العصر فقید المثال فقیہ اعظم

علوم اسلامیہ وافتا میں کامل وماہر، دقیق مسائل کے حل میں یکتائے روزگار

حضرت الحاج مولانا مفتی محمود حسن صاحب

گنگوہی نور اللہ مرقدہ کا

سانحہ وفات

تاریخ وفات ۱۸ ربیع الآخر ۱۴۱۷ھ مطابق ۲ ستمبر ۱۹۹۶ء شب سہ شنبہ ۱۱ بجے

منجانب

جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ ۲۴۷۳۴۱

ضلع سہارنپور، یو، پی

کمپیوٹرائز کتابت۔ طارق پبلی کیشنز۔ ابوالمعالی دیوبند

باسمہ تعالیٰ

موت العالم ۔ موت العالم

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

آہ! وفات حضرت آیات فقیہ زماں حضرت الحاج مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی نور اللہ مرقدہ اکابرین گنگوہ کے سلسلۃ الذہب کی آخری کڑی حضرت مفتی صاحب جو اپنے زمانے کے سب ہی اکابرین کے معتمد علیہ علمی و روحانی کمالات میں یکتائے روزگار علم و عرفان کا سمندر ذہن ثاقب حذاقت طبع بے مثال ذکاوت و فراست ذہن و حافظہ وسیع مسائل و فقہ میں کلی و جزئیات کا استحضار علمی والزامی جواب کا کمال حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہ العزیز کے سچے جانشین نشست گاہ قاسمی کے علمی روحانی تجدید کنندہ عسر دیسر کے وقت بھی سخاوت وداد ودھش دوسروں پر خرچ کرنا جن کی طبیعت ثانیہ بن چکی تھی غرضیکہ حضرت موصوف کے کن کن اوصاف کو گنا جائے وطن وجائے قیام سے ہزاروں میل دور افریقہ کے مشہور شہر جوہانس برگ میں اپنے مخلص ومحب وخادم خاص مولانا محمد ابراہیم صاحب پانڈور کے مکان پر ۱۸ ربیع الآخر ۱۴۱۷ھ مطابق ۲ ستمبر ۱۹۹۶ء سہ شنبہ کی شب میں ۱۱ بجے اپنی عمر عزیز کے بانوے سال پورے کر کے اپنے رفیق اعلیٰ سے جاملے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ آپ داغؔ کے اس شعر کے مصداق بنے۔

ے مرحبا داغ تجھے خوب نبھائی تو نے
مر کے بھی پہلوئے محبوب میں مدفون ہوا

ہزاروں محبین، مخلصین، مریدین کے قلوب محزون، ہزاروں آنکھیں اشکبار زبان حال سے یہ کہتے ہوئے کہ ے

جان کر منجملۂ خاصان میخانہ مجھے، مدتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ مجھے

چلے گئے، صبر کے سوا کوئی چارہ کار نہیں اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو نور سے بھر دے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین، اور اہل گنگوہ کو کوئی نعم البدل عطا فرمائے۔ ثم آمین۔

احقر شریف احمد ناظم و مہتمم
جامعہ اشرف العلوم رشیدی۔ گنگوہ

حضرات ناظرین! حضرت وحید العصر فقیہہ زماں کی وفات حسرت آیات سے متاثر ہو کر جامعہ اشرف العلوم رشیدی کے مدرسین و طلبہ نے اپنے اپنے تعلق سے جس حزن و ملال اور جذبات کا اظہار کیا ہے بعینہ ہر ایک کے نام سے هدیہ ناظرین کیا جارہا ہے، ملاحظہ فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

گنگوہ۔ سرزمین گنگوہ پر اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل وکرم فرمایا کہ علماء ربانیین صلحاء وصوفیاء کامرکز رہی ابراھیم لودھی وبابر کے زمانہ میں حضرت شیخ عبدالقدوسؒ نے اپنی تمام تر زندگی روحانیت ومعرفت الٰہی میں مستغرق رہ کر خدا کی مخلوق کو سیراب کیا کچھ عرصہ بعد ان کے پوتے حضرت شیخ ابوسعیدؒ نے مجاھدات شاقہ کے بعد اس مسند کو زینت بخشی اور شیخ محب اللہ جیسے علماء وصلحاء کو تیار کیا۔ گنگوہ میں روحانیت ومعرفت کا درس دیا برابر یہ سلسلہ چلتا رہا اٹھارہویں صدی کے بعد انیسویں صدی کے وسط میں یعنی ۱۸۵۷ء میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے اپنی پوری مقدس جماعت کے ساتھ مل کر اسلامی تہذیب وتمدن اور اسلام ومسلمانوں کی بقا کے لئے انگریزوں کے مقابلہ میں سینہ سپر ہوکر تلوار اٹھائی اور اپنی پوری طاقت وقوت سے جہاد کی تاریخ کو زندہ کیا مگر مشیت الٰہی غالب آئی کہ کامیابی میسر نہ ہوسکی اس سے فراغت کے بعد حضرت نے گنگوہ میں درس حدیث شروع فرمایا سترہ سال تک درس حدیث کے ذریعہ حضرت نے اپنی روحانیت ومعرفت الٰہی خداداد علوم وفنون کی مہارت سے عالم کو سیراب کیا۔ بڑے بڑے علماء وفضلاء آفتاب وماہتاب بن کر نکلے سترہ اٹھارہ سال ان کے درس نبوی نے شہرت پائی یہ وہ زمانہ تھا جب کہ دارالعلوم دیوبند بھی قائم نہ ہوا تھا حضرت گنگوہیؒ کے وصال

کے بعد گنگوہ کی محافل درس و تدریس مجالس معرفت وروحانیت کی رونق آہستہ آہستہ ختم ہو گئی ایک جمود طاری ہوا کچھ عرصہ بعد حضرت گنگوہیؒ کے پوتے (نبیرہ) حضرت مولانا عبدالرشید محمود عرف نومیاں کے نام سے سامنے آئے اور انھوں نے اپنے مطب میں بیٹھ کر اصلاحی تقریریں شروع کیں خداداد حافظہ وذہن طلاقت لسان اور اپنی مسحور کن گفتگو سے عوام وخواص کو مستفیض فرماتے رہے، جو بھی ایک بار مجلس میں آتا وہ یہ کہہ کر اٹھتا کہ جس کے پوتے کا یہ حال ہے دادا کا کیا حال ہوگا اپنی عمر طبعی پوری کر کے سال گذشتہ وہ بھی اللہ کو پیارے ہو گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

دوسری شخصیت جس نے اس دور میں گنگوہ کی یاد تازہ کی اور اکابرین کا مرجع بنی وہ فقیہ زماں حضرت الحاج مولانا مفتی محمود حسن گنگوہیؒ کی ذات گرامی تھی حضرت مفتی صاحبؒ کے کمالاتِ علمی، حاضر دماغی، علمی استحضار کیا بیان کئے جائیں معاملات، جودوسخاوت، خوش اخلاقی، اپنی ذات پر خرچ نہ کر کے دوسروں پر خرچ کرنا کون ان سے واقف نہیں ہے اکابرین حضرت مدنیؒ حضرت رائے پوریؒ حضرت شیخ الحدیثؒ کے اتنے معتمد کہ اکثر و بیشتر علمی مباحثوں میں ان کی شرکت ضروری ہوتی فتاویٰ کے سلسلہ میں حضرت شیخ ہر مسئلہ کے بارے میں فرماتے، مفتی جی کیا رائے ہے؟ مفتی جی یہ کیا مسئلہ ہے؟ ہر علمی گفتگو ہر مبحث علمی میں مفتی محمود صاحب کی شرکت ضروری سمجھی جاتی حضرت مفتی صاحبؒ نے فتاویٰ کی

مشق حضرت الحاج مولانا مفتی سعید احمد مرحوم کے سامنے شروع کی جو
تقویٰ وطہارت، فن حدیث اور مہارت فقہ میں یکتائے روزگار تھے شروع
سے آخر تک مظاہر علوم سہارنپور میں مسند افتاء پر فائز رہے حضرت شیخ
الحدیث نور اللہ مرقدہ کے داھنے بازو اور مظاہر علوم کے ہر کلّی و جزوی
امور کی انجام دہی میں شریک و مشیر۔ ان کی ہر وقت کی نگرانی اور روک
ٹوک نے مفتی محمود صاحب کو اس کمال پر پہنچادیا کہ ان کے فتاویٰ پر
کبھی کوئی نکیر اور گرفت نہیں ہوئی جو بھی مسئلہ بیان کیا جاتا وہ سب ہی
کے نزدیک مسلّم و معتبر ہوتا۔ بہر حال وہ اس وقت تک ان دونوں اداروں
دار العلوم دیوبند و مظاہر علوم سہارنپور کی زینت بنے ہوئے تھے حضرت
مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی نشست گاہ میں قیام کر کے کمرہ و مسجد کو اللہ اللہ
کی صداؤں سے گونجادیا اکابرین کی خانقاہوں کی یاد تازہ کی۔ غرض یہ کہ
حضرت شیخ مولانا محمد زکریاؒ کے سچے جانشین بنکر مرجع خلائق بن گئے علماء
و صلحاء مدرسین، مہتممین، متعلین عوام و خواص سب کو سیراب کیا آخر کار
وہ وقت آگیا کہ جس سے کسی بڑے سے بڑے کو مفر نہیں وطن، گھر اور
عزیز و اقارب سے ہزاروں میل کے فاصلہ پر اپنے خادم خاص مخلص ترین
محب مولانا ابراہیم پانڈور کے مکان پر افریقہ میں ۸ ربیع الاول ۱۴۱۷ھ
مطابق ۲ ستمبر ۱۹۹۶ء پیر و منگل کی درمیانی شب میں گیارہ بجے اس
دار فانی سے قریب و بعید کے سب ہی سوگواروں کو چھوڑ کر اپنے رب
حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو

بہت بہت بلند فرما کر اعلیٰ علیین اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے (آمین)۔

شب میں ۲ بجے کے قریب مولانا محمد سلمان صاحب مدرس مدرسہ ھذا کے ذریعہ اطلاع آئی یہاں جامعہ اشرف العلوم میں صبح فجر کی نماز کے بعد اس غمناک خبر کی اطلاع دیتے ہوئے مختصر طور پر کچھ بیان کر کے سورہ یٰسین شریف ختم کرا کر اجتماعی دعاء ہوئی اور پورے دن قرآن خوانی اور ایصال ثواب ہوتا رہا پھر دو دن کے بعد قصبہ میں اعلان کر کے دس بجے دن میں تعزیتی جلسہ کیا گیا جس کے اندر سب ہی مدرسین، طلبہ ، قصبہ کے بہت سے حضرات اور حضرت مفتی صاحب کے عزیز و اقارب نے شرکت فرمائی۔ قاری عبدالملک صاحب کی تلاوت کلام پاک سے جلسہ کی کارروائی کا آغاز ہوا اولاً مولانا وسیم احمد صاحب استاذ بخاری شریف نے حضرت مرحوم کے حالات پر مفصل روشنی ڈالی پھر عزیز مفتی خالد سیف اللہ نے اکابرین گنگوہ کا مختصر تذکرہ کر کے حضرت مفتی صاحبؒ کے مختصر حالات بیان کئے پھر اس احقر نے جس کا حضرت مفتی صاحب کے ساتھ ۱۹۴۱ء سے تعلق شروع ہوا۔ مظاہر علوم کی زندگی، کانپور کا قیام، دارالعلوم میں واپسی، پھر اس درمیان میں مظاہر علوم میں قیام پھر دارالعلوم دیوبند تشریف لانا اس مدت میں حضرت مرحوم کا عسر ویسر کا زمانہ سب ہی کچھ سامنے رہا مگر اس مرد آہنی نے اپنی ذات پر خرچ نہ کر کے دوسروں پر خرچ کیا اور ہر کسی کے آڑے وقت میں تعاون فرما کر

سہولت پیدا فرمائی مظاہر علوم کے قیام ۱۹۴۷ء سے قبل مولانا حبیب الرحمٰن مرحوم لدھیانوی رئیس الاحرار کی طلب پر ان کے مدرسہ کی اصلاح اور نظم کی درستگی کیلئے مظاہر علوم کی طرف سے حضرت مفتی صاحب مرحوم کو لدھیانہ بھیجا گیا لدھیانہ کے قیام میں بھی یہ احقر ان کے ساتھ رہا غرضیکہ ان کی زندگی کے پورے نشیب وفراز سامنے آئے آخر کار وقت پورا کر کے اللہ کو پیارے ہو گئے اور ایک بڑی تعداد کو سوگوار بنا گئے جو اجتماعی خصوصیات حضرت مفتی صاحب کے اندر تھیں ان مجموعی صفات واوصاف کا آدمی اگر محال نہیں تو مشکل ضرور ہے ان کی جدائی سے ہم سب اہل مدرسہ اہل قصبہ عزیز واقارب محزون مغموم ہیں اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو نور سے بھر دے اور ہم سب کو انکا بدل عطا فرمادے آمین وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

زمانہ بڑے غور سے سن رہا تھا ہمیں سو گئے داستاں کہتے کہتے

والسلام

احقر شریف احمد

ناظم ومہتمم جامعہ اشرف العلوم گنگوہ

———— مولانا محمد انور صاحب گنگوہی استاذ حدیث جامعہ ہٰذا نے حضرت کے وصال پر ملال پر قطعہ تاریخ وفات کہا

ہے جو درج ذیل ہے۔

قطعہ تاریخ وصال پر ملال فقیہ الامت جناب حضرت الشیخ
مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی۔

عارف حق رہبر دیں مرشد راہ صفا!
بحر علم و معرفت آں مرجع خلق خدا

پر ظرافت طبع او پر از لطافت قول او
روح و قلب و ذہن او معمور از نور وضیاء

فیض او جاری شدہ در گوشہائے کل جہاں
می پرد آوازہ اوصاف او در کل فضا

عمر او دو بر نود سالہ شدہ در کار دیں
درس و افتاء و وعظ و اصلاح دروں ذکر و دعا

چشم ہائے عاشقاں بارند سیل رنج و غم
نیز گریہ می کنند از فوت او ارض و سما

لیل سہ شنبہ و ہژدہ از ربیع دوم را
رفت آں مفتی اعظم شیخ حق از وسط ما

خاطر رنجیدہ انور بگفت ایں سال فوت
رفت محمود زماں محبوب رب مقصود ما

۱۴۱۷ھ

گر بخواہی عیسوی وفاتش ایں بخواں داخل جنت شدہ حق آشنا محمود ما
۱۹۹۶ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله وحده والصلوٰة والسلام علیٰ من لا نبی بعده و علیٰ آله و اصحابه القادة۔ امّا بعد!

تھے جو نوری وہ عرش پہ چل بسے ہم خاکی مثل تلچھٹ زمیں پہ رہ گئے

پوچھو گے جو فلک سے تم سے یہی کہے گا

نہ رہ گیا وہ جو تھا جو ہے وہ کیوں رہے گا؟

اہل زمانہ پر یہ بات مخفی نہیں کہ حضرت فقیہ الامت جناب مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہیؒ جن کے نام نامی اور اسم گرامی کے ساتھ ۱۹ ربیع الآخر ۱۴۱۷ھ مطابق ۲۔ ستمبر ۱۹۹۶ء جنوبی افریقہ کے وقت کے بموجب شب سہ شنبہ ساڑھے سات بجے سے دامت برکاتہم اور مدظلہ کے بجائے نور اللہ مرقدہ اور قدس سرہ العزیز لگنا شروع ہو گیا ہے۔ (فیا أسفاہ) کی شخصیت کو اپنے متنوع کمالات گوناگوں صفات، ہر طرح کی خوبیاں نیز اپنی تدریسی، تصنیفی، افتائی، روحانی اور دیگر علمی طویل خدمات کی وجہ سے جو ہمہ گیریت اور آفاقیت ملی ہے اس کی وجہ سے کیا ہندوستان کیا پاکستان کیا بنگلہ دیش کیا افریقہ امریکہ کیا انگلینڈ کیا عرب ہر جگہ آپ کے بعد آپ کے پیچھے ایک ایسا وسیع حلقہ چھٹا ہے جو آپ سے منسلک ہے۔

دار العلوم دیوبند مظاہر علوم سہارنپور جیسی عظیم درسگاہوں سے لیکر ھند و بیرون ھند میں دیوبندی مکتب فکر کے پھیلے چھوٹے بڑے

سبھی مدارس کے ارباب نظم ہوں یا شیوخ حدیث، اساتذہ ہوں یا طلبہ یا دیگر قسم کے لوگ، کون ایسا ہوگا جس کا حضرت سے واسطہ یا بلا واسطہ تلمذاً، تصوفاً، عقیدۃً کوئی ربط نہ ہو تلامذہ ہی کی تعداد کا ٹھکانہ نہیں جامع العلوم کانپور اور کثیر التعداد جماعت والے اداروں مظاہر علوم سہارنپور، دارالعلوم دیوبند میں ۱۳۵۱ھ سے آپ نے پڑھانا شروع کیا اور سال رواں ۱۴۱۷ھ جو سال وفات ہے، تک بعمر ۹۲ سال بھی دارالعلوم دیوبند میں یہ آپ کے درس حدیث کا سلسلہ جاری رہا ان چھیاسٹھ سال کے مابین نہ جانے کتنے تلامذہ نے فیض پایا ہوگا۔

رہے مریدین و متوسلین اور عقیدت واحترام کی نگاہ سے دیکھنے والے تو واقف کاروں کو بخوبی معلوم ہے کہ سال بھر ملاقات و زیارت سے مشرف ہوتے رہنے کے باوجود رمضان المبارک بالخصوص اخیر عشرہ میں برائے اعتکاف حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں وہ اژدہام ہوتا کہ دارالعلوم کی چھتہ جیسی وسیع مسجد بھی اپنی وسعت کے باوجود فوق و تحت ایسی کھچا کھچ بھرتی کہ تل رکھنے کی جگہ نہ ملتی بلکہ یہی کیفیت کچھ ان جگہوں کی بھی ہوتی جہاں جہاں ہند و بیرون ہند میں حضرت کا اعتکاف ہوتا۔

غرضیکہ آپ سے وابستگی جو مختلف النوع ہے کا دائرہ اتنا وسیع ہے کہ ایک عالم آپ کے لئے سوگوار ہے

ولصدق ما قیل۔ موت العالِم، موت العالَم

دنیا بھر میں تلامذہ ہوں یا اہل ارادت و عقیدت مند سبھی اپنے اپنے طور پر حضرت قدس سرہ کی روح کو ایصال ثواب کرنے کے ساتھ ساتھ

تعزیتی جلسے اور خراج عقیدت پیش کر کے اپنے اپنے تعلق کا اظہار کرنے کی سعادت پارہے ہوں گے

کما قیل

عبارا تنا شتیٰ وحسنک واحد
وکل الیٰ ذاک الجمال یشیر

جامعہ اشرف العلوم رشیدی میں بھی جو حضرت نور اللہ مرقدہ کے وطن مبارک (گنگوہ) میں ایک عظیم قدیم دینی درسگاہ ہے اس سعادت سے بہرہ ور ہوا چنانچہ جب دیوبند وغیرہ سے بذریعہ ٹیلیفون ۲/۳ ستمبر کی درمیانی شب میں تقریباً دو بجے حضرت کی وفات حسرت آیات کی اطلاع آئی تو اسی وقت حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اور جامعہ کے مدرس جناب مولانا محمد سلمان صاحب گنگوہی نے ارباب جامعہ کو یہ اطلاع بہم پہونچائی جس پر صبح ہوتے ہی مہتمم جامعہ حضرت اقدس الحاج مولانا قاری شریف احمد صاحب دامت برکاتہم نے نماز فجر میں اس اندوہناک خبر کی اطلاع دیتے ہوئے حضرتؒ کی ذات گرامی سے متعلق کچھ بیان کیا اور یٰسین شریف ختم فرما کر دعا فرمائی اس کے بعد مدرسہ میں پورے دن قرآن خوانی اور ایصال ثواب ہوتا رہا۔

پھر ۵ ستمبر ۱۹۹۶ء مطابق ۲۰ ربیع الآخر ۱۴۱۷ھ میں باقاعدہ ایک تعزیتی جلسہ منعقد کیا گیا مزید اھتمام کے لئے قصبہ کی مساجد میں بھی باضابطہ اعلانات کرائے جس کی وجہ سے جلسہ میں سبھی اہل مدرسہ کیا مدرسین کیا طلبہ نیز عمائدین قصبہ اور حضرت قدس سرہ کے اقرباء متعلقین اور دیگر مقامی لوگوں نے وافر تعداد میں شرکت کی۔

جلسہ کا آغاز قاری عبدالملک صاحب استاد جامعہ ھذا کی تلاوت کلام

پاک سے ہو کر شیخ الحدیث حضرت مولانا وسیم احمد صاحب زید مجدہم اور نائب مہتمم واستاذ حدیث جامعہ ھذا جناب الحاج مولانا مفتی خالد سیف اللہ صاحب پسر حضرت مہتمم جناب قاری شریف احمد صاحب دامت برکاتہم کے بیانات رہے۔ اول الذکر نے موت العالِم، موت العالَم کی عام فہم و دلنشین انداز میں تشریح فرماکر حاضرین کو محظوظ کیا۔ ثانی الذکر نے بتایا کہ گنگوہ کی سر زمین سے ہمیشہ ایسی دینی، روحانی، علمی شخصیات وجود میں آتی رہی ہیں جن پر دنیا نے فخر کیا اور جن کے نام کا غلغلہ اور بول بالا رہا جس کی وجہ سے ہم اہل گنگوہ کا بھی دنیا بھر میں سر فخر سے بلند ہوا جب حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کے ذکر پر آئے تو موصوف مذکور کا دل بھر آیا جس سے بیان بیچ میں ہی رہ گیا۔

البتہ حضرت مہتمم صاحب دامت برکاتہم نے حاضرین کو فقیہ الامت نور اللہ مرقدہ کی بلند قامت شخصیت اور آپ کے علمی روحانی مقام سے واقف کرایا اور اپنے اور حضرت کے مابین ۱۹۴۲ء اپنے داخلہ مظاہر علوم سہارنپور سے تادفات حضرتؒ چلے آرہے دیرینہ تعلقات پر بھی تفصیلی روشنی ڈالی۔

اخیر میں حاضرین بالخصوص طلبہ کو اپنے قیمتی کلمات اور نصائح غالیہ سے سرفراز فرمایا آپ نے فرمایا کہ حضرت مفتی صاحب ہمارے درمیان سے چلے گئے لیکن اب ہمیں جو چیز اپنانی ہے وہ ہے ان کا اتباع، ان جیسا تقویٰ، ان جیسی علمی جدوجہد اور ان کے روحانی علمی تصنیفی اثاثہ سے استفادہ کا جذبہ اور ان کی اشاعت عامہ کا شوق۔ اور حسب موقعہ وقتاً فوقتاً ایصال ثواب کا اہتمام پھر تقریباً ڈھائی گھنٹہ جلسہ رہکر آپ کی دعاء پر اختتام پذیر ہوا۔

ارباب جامعہ اشرف العلوم رشیدی کو حضرت فقیہہ الامت سے
تعلق اشتراک وطن کا تو ہے ہی کہ حضرت بھی گنگوہ کے ہیں مگر اس سے کہیں
زیادہ علمی وروحانی فیض کے اکتساب اور حضرت سے عقیدت واحترام پر مبنی تھا
۔ چنانچہ جامعہ کے اساتذہ کیا اور طلبہ کیا سبھی حضرت قدس سرہ کی دیوبند کی
موجودگی میں کثرت سے جمعرات، جمعہ کی چھٹی وغیرہ میں ملاقات وزیارت
اور مجلسوں میں شرکت کیلئے حضرتؒ کی خدمت میں جاتے رہتے تھے بالخصوص
حضرت مہتمم صاحب مدظلہ کا بہت کثرت سے آنا جانا تھا۔ ادھر حضرت قدس
سرہ کے یہاں گنگوہ آنے پر اطلاع ہوتے ہی ارباب مدرسہ آپکی زیارت وملا
قات کیلئے دوڑ پڑتے تھے 'ترغیب کے ساتھ ساتھ حضرت مہتمم صاحب
دامت برکاتہم بنفس نفیس پہونچکر زیارت وملاقات فرماتے اور دیر متمتع فرماتے
اور ویسے بھی حضرت مہتمم صاحب کی طبیعت پوچھتے اور پچھواتے رہتے تھے مگر
اب !ـــ

میں داغ داغ ہوں تپ فرقت سے پوچھ لے
راحت ہے یا الم میری غربت سے پوچھ لے

اللہ تعالیٰ حضرت قدس سرہ کو اپنے منعم علیہ بندوں میں شامل فرما
ئے اور اپنے جوار رحمت میں ترقی درجات عطا کرے ہمیں اور سبھی پسماندگان
کو اپنے مندرجہ ذیل تمغہ بشارت سے سرفراز فرمائے۔ اللھم آمین
وبشر الصابرین الذین اذا اصابتھم مصیبة قالوا
انا للہ وانا الیہ راجعون ـــــــ محمد زاھد عفی عنہ
مدرس جامعہ ہذا

الباقیات الصالحات

(از: ریاض احمد تھانوی)

کل نفس ذائقة الموت ! دستور الٰہی کے مطابق کسی ذی روح کو موت سے مفر نہیں لیکن کچھ نفوس قدسیہ دنیا میں رہ کر ایسے کارنامے انجام دے جاتے ہیں جن کی وجہ سے ان کا نام رہتی دنیا تک باقی رہتا ہے انہی اکابرین میں فقیہہ الامت کی شخصیت بھی ہے جن کے علمی کارنامے تاریخ نہ بھولے گی چنانچہ حضرت موصوف کے بے شمار فتاویٰ اور بہت سی تصانیف تو طبع ہو کر منصہ شہود پر آچکی ہیں جن سے عوام وخواص برابر استفادہ کر رہے ہیں اور کرتے رہیں گے مگر آپ کی تصانیف میں فتاویٰ کے علاوہ بہت سی کتب ہیں جن کا علم ہو سکا ان میں سے کچھ کے نام یہ ہیں۔ نغمہ توحید، حقوق مصطفیٰ، وصف شیخ، وصف محبوب، حقیقت حج، لغت محمود، رفع یدین اور قرأت خلف الامام، شوریٰ اور اہتمام، سرکاری سودی قرضے، حدود اختلاف، آسان فرائض، معمولات یومیہ افریقہ اور خدمات فقیہہ الامت، اسباب مصائب اور ان کا علاج، مسلک علماء دیوبند اور حب رسول اللہ ﷺ، کلام محمود، کثرت رائے کا فیصلہ، عورت کی خلافت وامامت، شاہد قدرت، اسباب لعنت کی چہل حدیث، گلدستہ سلام، ارمغان اہل دل، مسئلہ تنقید اور جماعت اسلامی، مسئلہ تقلید اور جماعت اسلامی، حواشی بہشتی گوہر، مکتوبات فقیہہ الامت، ملفوظات فقیہہ الامت دس حصوں میں، مواعظ فقیہہ الامت آٹھ حصوں میں، فتاویٰ محمودیہ کی اشاعت جاری ہے جو ابھی تک اٹھارہ جلدوں میں طبع ہو کر آچکی ہے یقیناً ارباب فتاویٰ کے لئے ان میں بہت سے علمی جواہر پارے موجود ہیں۔

فاتح افریقہ

دنیا کے عظیم ترین شہنشاہوں اور فاتحوں نے اپنی طاقت اور تلوار سے ملکوں کو فتح کیا اور وحشت و بربریت اور قتل و غارت گری کے ذریعہ انسانوں کو زیر کیا ان کے مقابلے میں گدایان دین و دیانت اور فقراء احسان و روحانیت نے دلوں کو فتح کر کے انسان و انسانیت کو سر بلند کیا چنگیز وہلاکو کا تاتاری سیلاب آیا اور انسانیت کو روندتا ہوا چلا گیا اور صوفیاء و مشائخ اور ارباب دین و دیانت کا قافلہ جس منزل پر اترا وہاں اخلاق و انسانیت نے ڈیرے ڈال دیئے اور ان کی روحانی و احسانی سلطنت کو ثبات و دوام نصیب ہوا اس گئے گذرے زمانے میں بھی اللہ کے کچھ نیک و صالح بندے اپنے زاویوں و خانقاہوں میں رہ کر احسانی و روحانی سلطنت قائم کئے ہوئے ہیں اور ان کی فتوحات کا سلسلہ تا حال جاری و ساری ہے۔ اسی قافلے کے ہم رکابوں اور قلوب کے فاتح شخصیتوں میں سے ایک عظیم فاتح اور عبقری شخصیت حضرت اقدس مفتی محمود صاحب نور اللہ مرقدہ کی تھی عالم اسلام کی یہ مایۂ ناز شخصیت آج ہم سے جدا ہو گئی اور مفتی صاحب تمام متوسلین، معتقدین اور متعلقین کو روتا چھوڑ کر چلے گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

ان نگاہوں نے ہزاروں شہنشاہوں کے جنازے دیکھے ہیں مگر جو سوگواری حضرت مفتی صاحبؒ کے سانحۂ ارتحال پر انسانوں کے چہروں پر

دیکھی گئی کسی شہنشاہ کو اس کا عشر عشیر بھی نہ مل سکا حضرت مفتی صاحب کو اللہ نے جہاں اور خوبیاں عطا فرمائی تھیں وہیں خاص طور سے عبقری صفت دین کی تڑپ و فکر اور مسلمانوں کے متعلق بے چینی عطا فرمائی تھی آپ کے اندر دین کی تڑپ و فکر حد درجہ کی بھری ہوئی تھی اسی بے چینی و بیقراری نے آپ کو وطن سے دور رہنے اور بیرونی ممالک کے اسفار ان کی تکالیف و صعوبتیں برداشت کرنے پر مجبور کیا حضرت مفتی صاحب نے دیار غیر میں پہونچ کر وہ جان توڑ محنتیں اور کوششیں کیں کہ رہتی دنیا تک آپ کے کارنامے درخشندہ و تابندہ رہیں گے اور افریقہ، امریکہ، سعودیہ، پاکستان، بنگلہ دیش، انگلینڈ وغیرہ ممالک کے لوگ کبھی بھی آپ کے احسانات کو فراموش نہیں کر سکتے حضرت کی بے چینی کا کیا عالم تھا اس کی ہلکی سی جھلک ہم آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں

حضرت مفتی صاحب سعودیہ میں تھے آپ سے شام کے کھانے کے لئے کہا گیا آپ نے انکار کر دیا پھر فرمایا کہ یہاں تو میرا یہ حال ہے کہ بدن میں بخار ہے ٹانگیں لڑکھڑا رہی ہیں سر چکرا رہا ہے مگر امریکہ سے فون فون پر آرہے ہیں کہ جلدی آجاؤ فلاں جگہ بخاری شریف شروع کرانی ہے فلاں جگہ جلالین شروع کرانی ہے فلاں جگہ مسجد کی بنیاد رکھنی ہے فلاں جگہ مدرسہ کا سنگ بنیاد رکھنا ہے بس یہی تڑپ اور فکریں تھیں جو حضرت کو بے چین کر رہی تھیں لیکن نہ بیماری کی فکر تھی نہ آرام و راحت کا خیال بس فکر تھی تو دین کی۔

چنانچہ اسی حالت میں آپ سعودیہ سے امریکہ گئے وہاں کے سارے کام کر کے انگلینڈ کے لئے روانہ ہو گئے وہاں کے سارے کام مکمل کر کے آپ ہندوستان تشریف لائے اور یہاں آکر رسم المفتی نسائی شریف وغیرہ پڑھا کر افریقہ کے

لئے روانہ ہو گئے۔ لوگوں نے سوال بھی کیا کہ حضرت ایسی حالت میں آپ افریقہ اور یورپی ممالک کیوں جاتے ہیں؟

فرمایا کہ وہاں قادیانیوں کا زور ہو رہا ہے وہ وہاں کے مسلمانوں کو ستا رہے ہیں علماءِ دیوبند پر انھوں نے مقدمہ دائر کر دیا ہے اور بہت بڑا جرمانہ ان سے وصول کیا جا رہا ہے اس لئے جا رہا ہوں۔

یہی چیزیں تھیں کہ جن کی وجہ سے آپ پیرانہ سالی کے زمانے میں بھی ہر وقت بے چین و فکر مند نظر آتے تھے یوں تو دنیا بھر میں آپ نے سفر کئے وہاں محنتیں کیں مگر آپ کا خاص مرکز دیوبند و افریقہ تھا وہ افریقہ کہ جہاں کبھی عقبہ بن عامر اور جلیل القدر عظیم المرتبت صحابۂ کرام کے قدموں کی دھول نے ہزاروں انسانوں کو موم اور دلوں کو فتح کیا تھا آج وہیں ان کے نقش قدم پر چلنے والا ان کا ایک نام لیوا ان کے مرجھائے ہوئے اور خزاں کی زیادتیوں سے نالاں گلستاں کو سیراب کر رہا تھا وہاں بیٹھ کر آپ نے خود ہندوستان و افریقہ والوں اور سارے ہی ممالک کے انسانوں کے بارے میں اس قدر فکریں و محنتیں کیں کہ لاکھوں دلوں کو فتح کیا اسی وجہ سے افریقہ کے باشندے آپ کو عظیم محسن اور فاتح افریقہ کے نام سے یاد کرتے ہیں در حقیقت آپ کو صرف فاتح افریقہ کہنا بھی درست نہیں ہے کیونکہ آپ صرف فاتح افریقہ نہیں بلکہ فاتح عالم تھے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ زندگی کے کسی بھی لمحے میں آرام اور بے فکری سے بیٹھے نہیں رہے بلکہ جہاں گئے وہاں اخلاق و انسانیت و روحانیت کو بلند کیا اور اسلام کے بیش از بیش لعل و جواہر و اسرار و رموز لٹاتے رہے آخر اسلام کے

اس مسافر نے زندگی بھر کی طویل صعوبتوں، مشکلات، محنتوں اور جان توڑ کوششوں کی تھکن سے چور ہو کر اسی محنت و جانفشانی و تھکن کی حالت میں وطن سے ہزاروں میل دور اپنی جان، جان آفریں کے حوالے کر دی اور آرام سے دائمی نیند سو گیا گویا۔

عمر بھر کی بے قراری کو قرار آہی گیا

مفتی صاحب ہمیں روتا چھوڑ کر چلے گئے ہمارے دل ان کی فرقت و جدائی کے غم سے پھٹے جا رہے ہیں آنکھیں آنسوؤں کے سمندر بہا چکی ہیں غمزدہ قلوب کو اب تک بھی یہ یقین نہیں آتا کہ وہ ہم سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو گئے ہیں بیتاب نگاہیں بے قرار دل کو یہ تسلّی دے رہی ہیں کہ کہ نہیں مفتی صاحب بہت جلد واپس ہونے والے ہیں مگر، وکان امر الله قدرا مقدورا کا فیصلہ اٹل ہے اور یہ بات بھی برحق ہے کہ لقد ذاق هٰذاالموت من کان قبلنا، ونحن نذوق الموت بعد ذالک۔

اور یہ بات بھی سچ ہے کہ ے قافلہ رفتند وما ہم می رویم۔ اور اس سے تو کسی کو مجال انکار ہی نہیں۔ کل نفس ذائقۃ الموت۔ اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحب کو اپنے جوار رحمت میں جگہ نصیب کرے اور حضرت کی قبر مبارک کو اپنے قرب کے انوار و برکات سے منوّر اور اپنی محبّت کی ٹھنڈی چھاؤں سے ٹھنڈی فرمائے اور ہمیں حضرت کی اتباع کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

پی گئی کتنوں کا لہو تیری تیرا غم کتنے کلیجے کھا گیا

ازسیّد کلیم الدین گلبرگوی

متعلم جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ (سال سوم)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

حضرت فقیہ الاُمّت کا اکابرین سے تعلق

از :- شمیم احمد تھانوی
متعلم جامعہ ھذا

مذہب اسلام کے حسین نوجوانوں! جس مجاہد اعظم و بیش بہا موتی کے بارے میں جراءت کرنے کے لئے آج اس قلم کا سہارا لیا ہے صحیح بات یہ ہے کہ میں اپنے ناقص قلم سے اس عاشق خدا کے ایک وصف کا بھی حقیقت میں انکشاف نہیں کر سکتا۔

کہاں میں اور کہاں یہ نکہت گل

میں اپنی قاصر زبان سے آپ کے کن کن اوصاف کا ذکر کر سکتا ہوں حیران و پریشان ہوں کہ آیا آپ کی مفسّرانہ شان کا تذکرہ کروں، یا آپکی محدثانہ شان کو سپرد قلم کروں یا آپ کی مبلّغانہ و مفتیانہ صفات کو بیان کروں یا آپ کی فقیہانہ مناظرانہ و فلسفیانہ صفات کو بیان کروں آیا آپ کی کون کون سی صفات کا ذکر کروں اور کس کس وصف پر روشنی ڈالوں عاجز ہو کر یہ فیصلہ کیا کہ آپ کے

صرف ایک وصف (اپنے زمانہ کے اکابرین سے تعلق) پر جو ہو سکتا ہے روشنی ڈالوں۔

محترم دوستو!

ذرا اس خدا ترس کی زندگی پر نظر تو دوڑاؤ کہ اس مجاھد بے باک کا مرتبہ بزرگان امت کی نظر میں کیا تھا؟ ذرا غور کیجئے کہ اس محافظ دین نے جب میدان علم و عمل میں قدم رکھا تو شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحبؒ و حضرت مولانا شاہ عبد الرحیم صاحب رائے پوریؒ نے آپ کو ڈھائی سال کی عمر میں علمی افتتاح کرائی اور جس وقت یہ معصوم نونہال اپنی زندگی کے بہت سے مراحل طے کر کے علمی شباب پر پہونچا تو اس وقت میں حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ فرمایا کرتے تھے کہ بھائیو! اگر میرے بعد کوئی بات معلوم کرنے کی نوبت آئے تو مفتی محمود الحسن گنگوہی سے معلوم کر لیا کرنا۔ اسی طرح حضرت حکیم صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ اس وقت خاندان ولی اللہی میں، میں نے حضرت مفتی صاحب سے زیادہ مضبوط آدمی نہیں دیکھا خود حضرت فقیہ الامت کو بھی اپنے زمانے کے اکابرین سے بہت انسیت و محبت تھی حتیٰ کہ جب آپ کا گذر جلال آباد کی جانب سے ہوتا تو آپ حضرت مسیح الامت مولانا مسیح اللہ خاں صاحب سے ملاقات ضرور کرتے اسی طرح آپ کو اپنے شیخ حضرت شیخ الحدیثؒ سے بہت گہرا تعلق تھا حتیٰ کہ اس تعلق کی وجہ ہے کہ جب حضرت مفتی صاحب کی آنکھ کا پردہ پھٹ گیا اور آپ آنکھ سے معذور ہو گئے تب سہارنپور حضرت شیخ الحدیثؒ کے پاس حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضرت میری آنکھ کا پردہ پھٹ گیا ہے کیونکہ حضور اقدس ﷺ نے آخر وقت

میں بینائی کے چلے جانے پر جنت کی بشارت دی ہے نیز یہ اکابرین کی سنت بھی ہے کہ آخر وقت میں ظاہری بینائی چلی جاتی ہے اسی واسطے نہ دعا کرتا ہوں اور نہ بنوانے کا ارادہ ہے اس پر حضرت شیخ الحدیثؒ نے فرمایا کہ مفتی جی میں اپنی آنکھوں کا کام آپ کی آنکھوں سے لے رہا ہوں اس کو سنتے ہی فرمایا کہ اچھا تو اب آنکھ بنوانے کا ارادہ بھی ہو گیا اور دعا بھی کروں گا۔ چنانچہ اس کے بعد کلکتہ جا کر آنکھ بنوائی مگر افسوس کہ ہمارا یہ ہم سفر جس کے اندر یہ تمام اوصاف پائے جاتے تھے جو ان تمام اخلاق کا مصداق تھا بہت دنوں سے آنکھیں جس کا انتظار کر رہی تھیں اور روح جس کے فراق میں بے چین ہو رہی تھی وہ ہماری آنکھوں کو منتظر چھوڑ کر اور ہم سب کو سسکتے چھوڑ کر داعی اجل کو لبیک کہہ چلا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

فقیہہ الامت کی تبلیغی کاوش

از :۔ محمد الیاس میرٹھی متعلم جامعہ ھذا

عزیزان ملت! اس دنیا میں بہت سارے لوگ آئے کوئی بادشاہ کی شکل میں کوئی وزیر کی شکل میں کوئی عالم، عابد، زاہد فقیہہ و محدث کی شکل میں لیکن کوئی باقی نہ رہا یہاں تک کہ بہت سوں کے نام و نشان بھی باقی نہ رہے مگر بہت ہی کم وہ لوگ ہوتے ہیں جو اس دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں لیکن تاریخ کے اوراق ان کو زندہ رکھتے ہیں کسی کو سیاسی تاریخ کسی کو علمی تاریخ کسی کو دنیاوی اور کسی کو دینوی، انہی شخصیتوں میں سے ایک وہ بھی ہیں جن کے اندر بیک وقت بے انتہا خوبیاں پائی جاتی ہیں جو اپنے زمانے کے یکتا اور اپنے زمانے کے رازی و غزالی سے کم نہ تھے وہ شخصیت محتاج تعارف نہیں بلکہ خود ہی اسم با مسمی ہے۔ مراد اس سے حضرت اقدس شیخ المشائخ الحاج فقیہہ الامت رحمتہ اللہ علیہ ہیں آپ تمام خوبیوں کے جامع اور حامل تھے تمام خوبیاں آپ کے اندر بدرجہ اتم پائی جاتی تھیں۔ ان صفات اور خوبیوں میں سے ایک خوبی اسلام و احکام اسلام کی تبلیغ ہے آپ اپنے زمانے کے مبلغ بے مثال تھے آپ کو ہر وقت اس بات کی تڑپ اور لگن رہتی کہ کہ کسی طرح احکام اسلام امت تک پہونچ جائیں دعوت و تبلیغ سے حضرت کو کس درجہ تعلق تھا وہ حضرت کی ایک گفتگو سے سمجھ میں آتا ہے جو افریقہ میں ایک بزرگ سے ملاقات کے وقت ہوئی اس بزرگ نے حضرت سے فرمایا کہ مجھے معلوم نہیں تھا کہ دیوبند کے

مفتی اعظم کو بھی تبلیغی جماعت اس درجہ متاثر کر سکتی ہے اگر تبلیغی جماعت کا کوئی اور بھی کارنامہ نہ ہو تو یہی بہت بڑا کارنامہ ہے کہ دار العلوم کے مفتی اعظم کو متاثر کر لیا اس پر حضرتؒ والا نے ارشاد فرمایا کہ یہ بات غلط ہے بلکہ معاملہ بر عکس ہے دار العلوم کو مفتی دیا ہی تبلیغی جماعت نے دار العلوم کو مفتی کی ضرورت ہوئی تبلیغی جماعت سے درخواست کی، تبلیغی جماعت نے دار العلوم کو مفتی دیا چونکہ میں تبلیغی پہلے ہوں مفتی بعد میں، اور یہی نہیں بلکہ عمر کے آخر حصہ میں بھی لمبے لمبے تبلیغی اسفار کئے حضرت اقدس فقیہ الامتؒ نے اپنی زندگی میں دعوت و تبلیغ کی لائن سے افریقہ، امریکہ، بنگلہ دیش اور بہت سے دیگر ممالک کے اسفار ہی نہیں بلکہ وہاں جاکر اجتماعات میں شرکت فرما کر تبلیغ کی اہمیت و ضرورت اور اس کی افادیت پر پر جوش تقاریر فرمائیں اور ایسا کیوں نہ ہوتا جبکہ حضرت فقیہ الامت نے بانی تبلیغ حضرت مولانا محمد الیاسؒ کے پاس رہ کر اس کام کو سیکھا ہے اور ان کے ساتھ میوات وغیرہ میں متعدد تبلیغی اسفار کئے، اور حضرت جی ثانی مولانا محمد یوسف صاحبؒ پر محنت کی اور ان کا تبلیغی ذہن بنایا۔

بہر حال یہ بات کسی پر بھی مخفی نہیں کہ آپؒ نے اپنی زندگی کے ہر ہر لمحہ کو دین محمدی ﷺ کے حوالے کر دیا تھا یہاں تک کہ آخری سانس تک اپنے وطن عزیز سے دور رہ کر اس دار فانی سے دار باقی کی طرف رخصت ہو گئے ۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ حضرت فقیہ الامت کو اعلیٰ علیین میں جگہ نصیب فرمائے اور ہم سب کو آپ کا نعم البدل اور صبر جمیل نصیب فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

فقیہہ العصر

از:۔ پرویز احمد کشمیری

متعلّم جامعہ ھذا

فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد۔

محترم قارئین کرام!

دنیامیں جتنے لوگ آتے ہیں اپناوقت پوراکر کے اس دار فانی سے چلے جاتے ہیں۔ دنیامیں نہ معلوم کتنے بادشاہوں نے حکومت کی جنکا دبدبہ پوری دنیامیں ہوتا تھا انکے چلے جانے کے بعد انکا نام لیوا بھی کوئی نہیں ہوتا کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جنکے چلے جانے سے لوگوں کو سکون ملتا ہے۔ لیکن کچھ شخصیتیں ایسی بھی ہوتی ہیں جنکے جانے سے آسمان اور زمین روتے ہیں اور دنیامیں کہرام مچتا ہے ان ہی شخصیتوں میں سے ایک شخصیت فقیہہ الامت جامع الشریعت والطریقت مفتی اعظم مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہیؒ بھی تھے آپکو اللہ تعالیٰ نے علوم عقلیہ ونقلیہ سے نوازا تھا آپکو فقہ میں بصیرت نامہ حاصل تھی آپکا تکلم بھی عجیب وغریب تھا آپ مشکل سے مشکل مسائل کو اپنے انداز تکلم سے مخاطب کو دل نشیں فرماتے تھے حضرت والا لایمخل ہیں

آپ علماء مسائل کا مرجع تھے۔ مفتی صاحب کی فقیہانہ بصیرت کو علماء زمانہ تسلیم کرتے تھے شیخ المشائخ شیخ زکریاؒ کو اگر کسی مسئلہ کی وضاحت کرنیکی ضرورت پڑتی تھی تو فرماتے تھے کہ ہمارے مفتی صاحبؒ کو بلا کر لاؤ مفتی صاحب ہی اس مسئلہ کو حل کرا سکتے ھیں اندازہ لگائیے حضرت شیخ زکریاؒ کے قول سے آپ اپنے زمانے کے لاجواب تھے آپ اپنے وقت کے یکتا تھے آپکا ثانی اس دور میں ہندوستان میں کہیں نہیں ہے بقول شیخ عبدالحق محدث دارالعلوم دیوبند آپ ذہانت و فقہ و حدیث و حاضر جوابی میں علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے ثانی تھے فرقہ باطلہ کے قائدین آپ کا اسم مبارک سن کر کانپتے تھے بہر حال احقر کو مفتی صاحب کے فقہ کے بارے میں پوری معلومات حاصل نہیں لیکن اپنی سعی و گنجائش کے بقدر جتنی معلومات حاصل تھیں وہ آپ کے زیر نظر ہیں یہاں حال یہ ہے جب طرح طرح کے صفات عالیہ دماغ پر ابھر کر آتی ہیں تو قلم حیرت میں پڑتا ہے ضبط کرے تو کیسے کرے کس کو لکھیں کس کو نہ لکھیں اسلئے چند باتیں لکھ کر قلم بند کرتا ہوں۔

کہیں مدت میں ساقی بھیجتا ہے اپنا مستانہ
بدل دیتا ہے جو بگڑا ہوا دستور مے خانہ

حضرت فقیہہ الامّت

از محمد معز الدین مہاراشٹری
متعلم جامعہ ھذا۔

کل نفس ذائقتہ الموت۔ عزیز قارئین کرام! دنیا کی مثال ایک باغ کے مانند ہے اسمیں ہزاروں بلبلیں آتی ہیں اور نغمہ گا گا کر چلی جاتی ہیں اس باغ میں جو بھی آتا ہے اس کو ایک دن اس باغ کو چھوڑ کر اپنے مالک حقیقی کے پاس جانا پڑتا ہے حضرت انسان جب اس دنیا سے چل بستا ہے تو اس کی یادیں اس کے کارنامہ زندہ رہتے ہیں چاہے وہ کارنامے کسی بھی لائن سے تعلق رکھتے ہوں خصوصاً وہ حضرات جن کی زندگی علمی لائن سے گزری ہو ان کا اس دنیا سے چلا جانا بہت ہی غمناک ہوتا ہے ایسے ہی چند روز قبل ایک بہت ہی بڑے عالم، محدث کبیر، فقیہہ الامت، حضرت مولانا مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہیؒ کی موت کا واقعہ رونما ہوا حضرت نے ہندوستان سے افریقہ کا سفر کیا اور وہیں پر اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ اے وہ مسافر جس پر ہمارا دل پگھل رہا ہے ہماری آنکھیں جس پر آنسو بہا رہی ہیں۔ اے وہ شخص کہ جس کا مکان یعنی قبر دور ہے وہ مسافر ایک چاند کا ٹکڑا تھا یعنی اس کا چہرہ جو خالص چاندی کی ٹہنی پر تھا یعنی اس کے بدن بس چاند کا ٹکڑا قبر کی گود میں ابدی نیند سو گیا حضرت فقیہہ الامت کی زندگی کے کس پہلو پر روشنی ڈالوں آپ کے علمی کارنامے تاریخ اسلام کا ایک اہم باب ہیں آپ کے علمی کمالات نے آپ کی ذات گرامی کو طالبان حدیث و فقہ کا مرجع بنا دیا تھا اس گنہگار کا قلم اس کی کیا عرق ریزی کر سکتا

ہے آپ کی شبانہ روز زندگی حضور انور علیہ کے طریقہ پر گذرتی تھی آپ اپنے وقت کے ایک طرف فقیہہ الامت تھے تو دوسری طرف مبلغ کبیر تھے اور مسند درس پر محدث جلیل تھے آپ بڑے مشہور و معروف محدث تھے فن حدیث کے تمام علوم پر گہری نگاہ رکھتے تھے آپ کے حلقہ درس سے ہزاروں طلبہ آسمان علم و فضل کے اختر و تابندہ بنے حضرت مولانا ابرار الحق صاحب زید مجد ہم و حضرت مولانا قاری صدیق احمد صاحب دامت برکاتہم جیسی ہستیوں نے آپ سے زانوئے تلمذ طے کیا آپ کئی سال تک مادر علمی دار العلوم دیوبند میں طالبان علم دین پر علم فقہ و حدیث کے جام و پیمان لٹاتے رہے آپکے علمی چشمہ سے سینکڑوں لوگوں نے بافراغت علمی پانی پیا۔ آپ العلماء ورثۃ الانبیاء کے حقیقتاً مصداق تھے پوری زندگی راہ خدا میں لگادی۔ آپ کا علم و عمل، ظاہر و باطن، سیرت و کردار صحابہ کا مظہر کامل تھا آپ میں علوم اسلامیہ کے ساتھ ساتھ سیرت کی پاکیزگی، کردار کی پختگی، ایمانی فراست اور قلبی بصیرت بھی تھی آپؒ جب تک اس دنیا میں رہے گلشن اسلام میں فصل بہار رہی۔ کل تک لوگ جس کو محدث کبیر، فقیہہ الامت دامت برکاتہم کہتے تھے آج اس ہستی کو رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہوئے کلیجہ منہ کو آنے لگتا ہے۔

ہے یہی رنج والم افلاک میں،، چھپ گیا آفتاب دیں افریقہ کی خاک میں

المختصر یہ کہ آپ فخر المحدثین، رئیس الفقہاء امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی آخری شمع تھے، یہ شمع ۹۲۔ سال عالم میں روشنی پھیلا کر ۱۸۔ ربیع الآخر بروز سہ شنبہ ۱۴۱۷ھ کو بوقت ہندوستان رات گیارہ بج کر تیں منٹ پر اپنے پروانوں کو تڑپتا چھوڑ کر گل ہوئی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

باسمہ تعالیٰ

مناظرِ فقیہہ الامت

احقر بلال احمد کشمیری ۔ متعلم جامعہ ھٰذا

محترم قارئین کرام! اسلام کا پودا جب پھلنے پھولنے لگتا ہے تو فریق مخالف اسلام دشمن طاقتیں متحد ہو کر اس پودے کو صفحۂ ہستی سے ہی مٹانا چاہتے ہیں۔ لیکن۔ ؎ اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے۔ اتنا ہی یہ ابھریگا جتنا کہ دباؤ گے" کبھی تو یہ اپنے ظلم و بربریت کے ذریعہ مسلمانوں کو مٹانا چاہتے ہیں اور کہیں پر اپنی چالاکیاں اور مکاریاں چل کر مسلمانوں کو پھنساتے ہیں اور کہیں پر جب کوئی بس نہیں چلتا تو اپنے زر خرید مسلمانوں کو جو نام کے مسلمان ہیں میدان مناظرہ میں کداتے ہیں ان تمام حربوں کے باوجود ہماری ملت میں ایسے سپوت اور مجاہد و غازی پیدا ہوئے ہوئے جنکے چہروں پر عزم و استقلال سکونِ قلب کی لازوال دولت مترشح ہوتی ہے ان ہی بزرگ ہستیوں میں ایک جامع اور کامل ہستی جن سے میری مراد جامع الشریعت والطریقت مفتی اعظم مفتی محمود الحسن صاحب قدس سرہ اللہ عزیز ہیں جب فریق باطل مناظرہ کے میدان میں آتے تھے تو ہمارے دینی اور مسلمان بھائیوں کی نگاھیں اسٹیج پر ہوتی تھی کہ کب وہ شخصیت نمودار ہو جائے اور فریق باطل کو اپنے آپ شکن اور دنداں شکن جوابوں سے سبق سکھائے لیکن آج وہ بزرگ ہستی ہم میں نہیں ہے ہمیں یہ شدت سے محسوس ہو رہا ہے کہ ہمارا کوئی عضو ہم سے جدا ہو گیا ہے غور کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ واقعی ہمارا روحانی عضو ہم سے جدا ہو چکا ہے جس سے میری مراد حضرت اقدس مفتی صاحبؒ ہیں۔ آپ فصاحت و بلاغت سے

پر تھے آپ اس دور کے رازی و غزالی سے کم نہیں تھے آپ نے اپنی زندگی کو رضائے الٰہی
کے لئے وقف کر دیا تھا آپ کو فن مناظرہ اور حاضر جوابی میں ید طولیٰ حاصل تھا
جسکی ایک کاوش آپکے زیر نظر ہے مفتی صاحبؒ نے فرمایا کہ ایک جگہ علم غیب
کے بارے میں گفتگو ہوئی" انہوں نے استدلال میں یہ آیت۔ ولو کنت اعلم
الغیب کو پیش کیا اور استدلال اس طرح کیا کہ اس آیت میں حق تعالیٰ شانہ
،حضور ﷺ کو خیر کثیر عطا ہونے پر علم غیب کو مرتب کیا ھے اگر استکثار خیر
ثابت ہو جائے تو علم غیب ثابت ہو جائیگا اور ہم دیکھتے ہیں کہ استکثار خیر ثابت
ہے ارشاد خداوندی ہے انا اعطیناک الکوثر اور کوثر کی گئی تفسیر خیر کثیر
کے ساتھ کی گئی ہے یعنی اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کو خطاب کر کے فرماتے ہیں کہ
ہم نے آپکو خیر کثیر عطا فرمائی اور حضور ﷺ کیلئے خیر کثیر کا عطا ہونا ثابت ہو گیا
نتیجہ علم غیب بھی آپ کیلئے ثابت ہو گیا مفتی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ان
سے عرض کیا کہ یہ قیاس استثنائی ہے اور قیاس استثنائی کے دو نتیجہ ہیں یعنی وضع
مقدم نتیجہ دیتا ہے رفع ثانی کا اور وضع ثانی نتیجہ دیتا ہے رفع مقدم کا اور اس
قیاس استثنائی میں وضع ثانی سے وضع مقدم کا نتیجہ حاصل کیا گیا ہے جو
عند المناطقہ قاعدہ کے اعتبار سے غلط ہے اسلئے نتیجہ بھی غلط ہے لہذا آپکا استدلال
باطل ہے اس لئے کہ مناطقہ نے تصریح کی ہے کہ قیاس استثنائی میں وضع ثانی
وضع مقدم کا نتیجہ نہیں دیتا جیسا کہ رفع مقدم رفع ثانی کا نتیجہ نہیں دیتا ہاں وضع
مقدم وضع ثانی اور وضع ثانی وضع مقدم کا نتیجہ دیتا ہے۔ بہر حال خدا
ہم سب کو مفتی صاحبؒ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ
مفتی صاحبؒ کی قبر کو اپنی رحمت کی چادر سے ہر وقت ڈھانپے رکھے (آمین)

مجموعہ اشعار مشتمل بر تاریخ وفات

حضرت اقدس مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی نوراللہ مرقدہ

تاثرات محمد عبدالحمید سنسارپوری مدرس جامعہ اشرف العلوم گنگوہ

آہ! مرغوب السجایا چل دیئے

حق تعالیٰ نے بلایا چل دیئے ۱۴۱۷ھ دین کا گلشن سجایا چل دیئے

مفتی محمود بن حامد حسن چھوڑ کر اپنے وصایا چل دیئے

سرزمیں گنگوہ سے محمود نے فیض کا دریا بہایا چل دیئے

کانپور دیوبند سہارنپور میں مسئلوں کا حل بتایا چل دیئے

ہر شجر ہر اک چمن کی شاخ پر معرفت کا گل کھلایا چل دیئے

کیسے کیسے سرپھروں کو آپ نے ذاکر و شاغل بنایا چل دیئے

کوئی عارف کوئی سالک بن گیا ہر شجر پھل پھول لایا چل دیئے

خطہ ظلمت کدہ افریقہ کو علم سے روشن بنایا چل دیئے

برقی لہروں نے سنائی جب خبر کوہ غم فرقت کا ڈھایا چل دیئے

مسجد چھتہ پہ سکتہ چھا گیا خون کے آنسو رلایا چل دیئے

طاعت حق میں گذاری زندگی خلعت فردوس پایا چل دیئے

تھی ربیع آخر کی شب اٹھارویں سب کو جام غم پلایا چل دیئے

ہجری سال فوت دل نے یوں کہا آہ مرغوب السجایا چل دیئے
۱۴۱۷ھ

دو ستمبر رات کے گیارہ بجے آپ کو حق نے بلایا چل دیئے

عیسوی سن اس طرح القاء ہوا مرد حق خاشع خدایا چل دیئے

۱۹۹۶ء

جامعہ اشرف العلوم رشیدی کا تعارف

قطب عالم حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہی اور امام ربانی سر تاجِ علماء حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کی ذاتِ مقدسہ کی وجہ سے یہ قصبہ شہرۂ آفاق اور اشاعتِ علوم شریعت و طریقت کا مرکز رہا ان حضرات کے ظاہری و باطنی علوم و روحانیت سے ہند و بیرونِ ہند میں بہت سے بندگانِ خدا نے اپنے قلوب کو منور کیا، انہیں نفوسِ قدسیہ کی برکت سے اس صدی کے بڑے بڑے علماء صلحاء صوفیاء اور اکابرینِ دین وملت نے اپنی آمد و رفت سے اس قصبہ اور مدرسہ کو زینت بخشی فللہ الحمد! چنانچہ اس مدرسہ کی بنیاد انہیں مقدس حضرات کی یادگار میں شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے مقدس ہاتھوں سے اکابرینِ گنگوہ اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے نام نامی کی طرف منسوب کر کے ماہِ رمضان المبارک ۱۳۶۴ھ میں رکھی گئی اور استاذ العلماء فقیہہ زماں حضرت اقدس مولانا سید حافظ عبد اللطیفؒ ناظم مظاہر علوم سہارنپور کی سرپرستی میں جاری و ساری ہو گیا۔ غوثِ دوراں قطب زماں حضرت مولانا شاہ عبد القادر رائے پوریؒ محدثِ وقت حضرت مولانا محمد زکریاؒ شیخ الحدیث مظاہر علوم سہارنپور، فخر الاماثل حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ مدیر دار العلوم دیوبند رئیس التبلیغ نمونۂ صحابۂ کرام حضرت مولانا محمد یوسفؒ، مجاہدِ ملت حضرت مولانا حفظ الرحمن صاحبزادۂ محترم حضرت مولانا محمد اسعد صاحب مدنی معیز ہند و بیرونِ ہند کے دیگر علماء و صلحاء نے مدرسہ کو اپنی تشریف آوری اور خصوصی توجہات نیز قلبی دعاؤں سے شرف بخشا۔

احقر شریف احمد ناظم و مہتمم

فیضانِ حضرت گنگوہی رح

جامعہ اشرف العلوم رشیدی۔ گنگوہ ضلع سہارنپور